ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.8,Issue No.2 (2026)
(April to June)

عارف معین بلّے کی کتاب "عالم اسلام کی خاتونِ اوّل سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا" کا اسلوبی جائزہ

Stylistic Analysis of Arif Moeen Balle's Poetic Biography "Aalam-e-Islam Ki Khatoon-e-Awwal Umm-ul-Momineen Syeda Khadija-tul-Kubra (Salamullah Alaiha)"

ڈاکٹر صدف نقوی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
زنیرہ سیف
ایم۔فل سکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

Dr. Sadaf Naqvi
Assistant Professor, Department of Urdu, Government College Women University, Faisalabad
sadafnaqvi@gcwuf.edu.pk
Zunaira Saif
M.Phil Scholar, Department of Urdu, Government College Women University, Faisalabad

Article Details
Received:
May 28, 2026
Accepted:
June 6, 2026
Online Published:
June 30, 2026

Copyright: © 2023 by the authors. This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Arif Moeen Balle stands as a versatile and distinguished figure on the contemporary horizon of Urdu literature. His literary, intellectual, and journalistic contributions are marked by both depth and diversity. He is not merely a poet or a writer; rather, he embodies the roles of journalist, scholar, researcher, translator, and creative thinker. Alongside Urdu, he has rendered valuable services in English, Arabic, and Persian. A prominent aspect of his literary career is his poetic rendering of religious and spiritual texts, including verse translations of selected Qur'anic chapters such as Surah Al-Fatihah and Surah Al-Muzzammil.His book," Aalam -e- Islam ke Khatoon- e -Awwal Umm-ul-Momineen Syeda Khadija-tul-Kubra (SA), is far more than a simple historical narrative. It serves as a practical guide and source of inspiration for contemporary women. Through a graceful and engaging style, the author portrays the life of Syeda Khadija (SA) in a manner that leaves an enduring impression upon the reader.

Key words: Poetic Biography, Hazrat Khadija (SA), Diversity, Female Empowerment, Melodious Tone, Authentic Research, Reader Friendly.

عارف معین بلے اُردو ادب کے معاصر منظر نامے میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے طور پر سامنے آتے ہیں جن کی ادبی، فکری اور صحافتی خدمات نہایت وسعت اور گہرائی کی حامل ہیں۔ ان کی شخصیت محض ایک شاعر یا ادیب تک محدود نہیں بلکہ وہ بیک وقت صحافی، دانشور، محقق، مترجم اور صاحب طرز تخلیق کار ہیں جنہوں نے اُردو کے ساتھ ساتھ انگریزی عربی فارسی زبانوں میں بھی قابل ذکر کام کیا ہے۔ ان کے ادبی سفر کا ایک نمایاں پہلو مذہبی اور روحانی متون کے منظوم تراجم ہیں۔ جن میں قران حکیم کی منتخب سورتوں

جیسے سورۃ فاتحہ اور سورۃ مزمل کے منظوم اُردو تراجم شامل ہیں ان تراجم کو علمی و ادبی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے کیونکہ ان میں فکری ذہانت اور شعری حسن کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ عارف معین بلے کی کتاب "عالمِ اسلام کی خاتونِ اوّل ام المومنین سیّدہ خدیجتہ الکبریٰ" کوئی سوکھی روکھی تاریخ نہیں ہے بلکہ یہ کتاب عصر حاضر کی خواتین کے لیے ایک لائحہ عمل فراہم کرتی ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں سیّدہ خدیجہؓ کی زندگی کو منظوم پیرائے میں بیان کیا ہے۔ اتنے خوبصورت طریقے سے بیان کیا ہے کہ قاری پر انمٹ نقوش چھوڑ جاتا ہے کہ ایک عورت گھر اور باہر کی زندگی میں کیسے توازن رکھ سکتی ہے۔ کتاب کا سب سے بڑا موضوع عورت کا اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔ اس زمانے کے مردوں کے معاشرے میں سیّدہ خدیجہؓ نے نہ صرف اپنا ایک بہت بڑا کاروبار چلایا بلکہ اپنی ایمانداری کی وجہ سے "طاہرہ" کا لقب پایا۔ مصنف یہی بتانا چاہتے ہیں کہ اسلام عورتوں کو کام کرنے سے نہیں روکتا، بلکہ یہ تو معاشرے کی ترقی کے لیے بہت ضروری ہے۔

عارف معین بلے کی اہم تخلیقی و تحقیقی کاوش "عالم اسلام کی خاتون اوّل ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ" کی منظوم سوانح حیات ہے۔ اس کتاب کو انہوں نے قرآن اور حدیث کے حوالوں کی روشنی میں شعری قالب میں ڈھالا۔ اس کتاب کا انتساب اپنی والدہ کے نام کرنا ان کی شخصی وابستگی اور خاندانی اقدار کی عکاسی کرتا ہے، جب کہ اس کا منظوم دیباچہ ان کے تخلیقی تنوع کا مظہر ہے یہ کتاب قران و حدیث کے آئینے میں معتبر اور مستند تاریخی حوالوں کے ساتھ شعری زبان میں لکھی گئی ہے۔ یہ اپنی منفرد نوعیت کی تخلیقی اور تحقیقی کتاب ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ اس سے پہلے اُردو اور ہندی کیا بلکہ عربی اور فارسی ادب میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کی پوری سوانح زندگی منظوم پیرائے میں لکھی گئی ہے یہ کارنامہ قادر الکلام اور صاحب طرز سیّد عارف معین بلے نے انجام دیا نئے سال ۲۰۲۳ کی سورج طلوع ہونے سے پہلے یکم جنوری کو یہ شاعری میں لکھی گئی سوانح حیات شائع ہوئی اسی وجہ سے ۲۰۲۳ کی پہلی اُردو شاعری کی کتاب بھی کہا جاتا ہے۔ عارف معین بلے نے اپنی کتاب کے پیش لفظ کو پیش گفتار کا نام دیا ہے اس پیش گفتار میں انھوں نے اپنے تحقیقی، ادبی، علمی، تخلیقی جوہر دکھائے ہیں۔ پیش گفتار کے چند اشعار دیکھیے:

سیّدہ خدیجۃ الکبری پہ لکھی ہے کتاب
نثر میں کچھ بھی نہیں، منظوم ہے ایک ایک باب
گلشن تاریک سے بھی پھول چن چن کر لیے
میں نے قران اور حدیثوں سے کیا ہے اکتساب
بیس ہی ابواب لکھ پایا ہوں ان کی شان میں
ہیں فضائل بی بی خدیجہؓ کے لیکن بے حساب
ان سے اچھی کوئی بھی بیوی نہیں مجھ کو ملی
مرحبا یہ بھی ہے قول صاحبؐ اُم الکتاب(۱)

عارف معین بلے کی کتاب "عالم اسلام کی خاتون اول ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ" کی منظوم سوانح زندگی فضائل اور قربانیوں کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ سیّد عارف معین بلے کی تصنیف "عالم اسلام کی خاتونِ اول ام المومنین سیّدہ خدیجتہ الکبریٰ" کا اسلوب نہایت سادہ، دلنشین، شاعرانہ حسن سے بھرپور ہے۔ اس کتاب کا سب سے نمایاں پہلو اس کا وہ دل نشین و

شاعرانہ حسن ہے جو سادگی اور وقار کا ایک حسین امتزاج پیش کرتا ہے اس کو شعری انداز میں لکھا گیا ہے اس لیے اس تصنیف میں محبت، عقیدت، ادب نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنی کتاب میں ملیکۃ العرب کی عظمت، قربانیوں، ادب، صبر و ایثار، محبت رسول ﷺ اور عورت کے حقوق و فرائض کو نہایت خوبصورت شعری انداز میں پیش کیا ہے یہ کتاب نعت، منقبت، اسلامی سبق اور اصلاحی پیغام کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔

اس کتاب کے اسلوب کا سب سے پہلا اور نمایاں وصف اس کا تحقیقی رچاؤ اور سادگی کا امتزاج ہے۔ عام طور پر جب کسی تاریخی موضوع یا سوانح کو شاعری کے قالب میں ڈھالا جائے، تو زبان یا تو بہت بوجھل اور ثقیل ہو جاتی ہے یا پھر شاعری کا حسن مجروح ہونے لگتا ہے لیکن عارف معین بلے نے کمالِ مہارت سے تاریخ کے کٹھن اور مستند حقائق، قرآنی آیات کے مفاہیم اور احادیثِ نبوی ﷺ کے ارشادات کو اتنی سادہ، سلیس اور عام فہم اُردو میں بیان کیا ہے کہ عام قاری بھی اسے پڑھتے ہی سمجھ جاتا ہے۔ انہوں نے ثقیل عربی الفاظ کے بوجھ سے بچتے ہوئے، روزمرہ کی زبان کا ایسا پاکیزہ استعمال کیا ہے جو دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔ یہ اسلوب تاریخ نگاری کو بوجھل نہیں ہونے دیتا بلکہ عقیدت اور علم کا ایک بہتا ہوا چشمہ بن جاتا ہے جہاں قاری روانی کے ساتھ سوانح کا سفر طے کرتا ہے۔ اس کتاب کا انداز عقیدت اور تعریف سے بھرپور ہے مصنف نے اس کتاب میں عاشق رسول ﷺ اور اہل بیتؑ سے محبت کرنے والے کی طرح اپنے دل کا حال بھی سچے دل سے بیان کیا ہے۔ ان کا ہر شعر پڑھ کر احترام، محبت اور روحانی تعلق کا احساس ہوتا ہے۔ اسلوب کی اس خوبی کے حوالے سے سیّد عابد علی عابد لکھتے ہیں:

> ”زبان میں نئے نئے الفاظ کا استعمال ادباء شعراء کا حصہ بلکہ منصب ہے وہی انھیں عوام تک پہنچاتے ہیں اور نامانوس کو مانوس اور ہموار بنا دیتے ہیں۔ لاریب ادبا و شعرا کا غیر مانوس و غریب الفاظ سے بچ کر مانوس اور متداول الفاظ میں اپنے تمام مطالب کا ادا کر جانا کمال ہے۔“(۲)

اس کتاب کا اسلوب نہایت سادہ اور صاف ہے زبان اتنی سادہ اور عام فہم ہے کہ فوراً دل کو متاثر کرتی ہے۔ اس میں پیچیدہ الفاظ کی بجائے سادہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اگرچہ زبان آسان ہے لیکن اس میں ایک خاص ادبی حسن پوری طرح موجود ہے الفاظ کا چناؤ اس طرح کیا گیا کہ ہر شعر دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔

کتاب کا دوسرا بڑا وصف اس کا صوتی حسن، ترنم اور بحور کا متوازن انتخاب ہے۔ شاعر نے کلام میں جن بحروں، قافیہ و ردیف کا انتخاب کیا ہے، ان کے اندر ایک فطری نغمگی اور مٹھاس موجود ہے۔ جب ہم ان ابواب کو پڑھتے ہیں، تو جملوں کا بہاؤ اور الفاظ کی بندش ایک خاص قسم کا ترنم پیدا کرتی ہے جو پڑھنے والے کے دل پر اثر پیدا کرتا ہے۔ شاعر نے "اشتقاق" اور ہم وزن الفاظ (جیسے تفریق، توفیق، تخلیق اور کتاب، نصاب، آفتاب) کا ایسا برجستہ استعمال کیا ہے کہ ہر شعر کا آہنگ برقرار رہتا ہے۔ یہ صوتی ترنم قاری کی دلچسپی کو شروع سے لے کر آخر تک قائم رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ طویل منظوم سوانح، کہیں بھی اپنی تاثیر اور گرفت کم نہیں ہونے دیتی، بلکہ پڑھنے والے کے ذوق کو مہمیز کرتی ہے۔

اسلوب کا ایک اور نہایت اثر انگیز پہلو عقیدت اور منطق کا توازن ہے۔ مذہبی شاعری میں اکثر شعرا جذبات کی رو میں بہہ کر تاریخی حقائق کی سرحدیں عبور کر جاتے ہیں، لیکن سیّد عارف معین بلے کا قلم ایک محقق کا قلم ہے۔ انہوں نے جہاں ایک طرف سیّدہ پاک کی بارگاہ میں والہانہ عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں اور ان کی مدح سرائی کی ہے، وہیں دوسری طرف انہوں نے بین السطور علمی

اور تاریخی سوالات بھی اٹھائے ہیں اور مورخین کو دعوتِ فکر دی ہے۔ ان کا یہ اندازِ بیان جذباتی ہونے کے بجائے قاری کے اندر ایک فکری شعور بیدار کرتا ہے۔ وہ تاریخِ اسلام کے اہم موڑ (جیسے غارِ حرا کا منظر، خطبہء نکاح، شعبِ ابی طالب کی سختیاں اور عام الحزن) کو اتنے متوازن اور جان دار انداز میں پیش کرتے ہیں کہ وہ سوانحِ حیات کی ایک مستند تحقیقی دستاویز بن جاتی ہے۔ سیّد عابد علی عابد لکھتے ہیں:

" شاعر افراد کے افعال اور جذبات کو ایسے طور پر بیان کرتا ہے کہ وہ عمومی اور
آفاقی بن جاتے ہیں اس لیے شاعری کو تاریخ پر تفوق حاصل ہے۔۔۔"(۳)

اس میں عربی اور فارسی کے خاص الفاظ بہت خوبصورتی سے استعمال کیے ہیں جو اس کی سب سے بڑی خوبی ہے "ام المومنین"، "خاتون جنت" اور "سیّدہ" جیسے القابات کا استعمال سے نہ صرف تحریر میں ایک پاکیزگی اور ادب پیدا ہوتا ہے بلکہ پڑھنے والے کو ایک روحانی سکون اور عظمت کا احساس بھی ہوتا ہے۔ ان ہی خاص الفاظ کی بدولت حضرت خدیجہؑ کی بلند شان اور مقام کو بہت اچھے طریقے سے بیان کیا ہے تشبیہات و استعارات کا مناسب استعمال بھی اسلوب کا حصہ ہے "دھوپ کے صحرا میں بادل"، "ہدایت کا مینار"، "دل کی کلی" جیسے الفاظ شاعری کو خوبصورت اور پر اثر بناتے ہے یہ ادبی خوبصورتی قاری کو متاثر کرتی ہے جس کے ذریعے مصنف نے ام المومنین سیّدہ خدیجہؑ کے بلند مقام کو بہت ہی پر اثر طریقے سے بیان کیا ہے۔

اس میں قرآنی اور اسلامی حوالے دیے گئے ہیں۔ شاعر نے عورت کے بارے میں تمام اہم موضوعات جیسے تعلیم، پردہ، وراثت، نکاح، ماں، بیٹی، بیوی کی حیثیت سے اس کے کردار کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بیان کیا ہے۔ اس میں یہ بات واضح ہے کہ اسلام نے عورت کو جو مقام دیا وہ کسی اور معاشرے نے نہیں دیا۔ لکھنے کے انداز میں جذبات کا اثر بہت گہرا ہے خاص طور پر سیّدہ خدیجہؑ کی وفات، غم کے سال (عام الحزن) اور حضور ﷺ کی اداسی کا ذکر موجود ہے۔ آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو ترتیب سے بیان کیا گیا ہے۔ عارف معین بلے لکھتے ہیں:

سرور کونین پر ٹوٹا تھا یہ غم کا پہاڑ
دوسری جانب ابوطالب نے دے دی اپنی جان
آبدیدہ ہو گئے دل تھام کر اپنا حضور
گویا عام الحزن ہے یہ صبر کا اک امتحان(۴)

تکرار کا حسن بھی کتاب میں نمایاں ہے۔ شاعر بار بار سلام پیش کرتا ہے اور مختلف انداز میں سیّدہ کی فضیلت بیان کرتا ہے۔ "سلام" "مرحبا"، عظمت، خاتون اول اور خیر النسا جیسے الفاظ کو شاعر نے بار بار دہرایا ہے۔ ایک اہم عنصر یہ ہے کہ اس میں سوالیہ انداز بھی استعمال کیا گیا ہے۔ عورت کے مقام، حقوق، اور حضرت خدیجہؑ کی عظمت کے حوالے سے سوالیہ انداز نظم کو فکری گہرائی عطا کرتا ہے۔ کتاب کا فنی تسلسل اور جذباتی تاثیر اس وقت اپنے عروج پر پہنچتی ہے جب سیّدہ خدیجہؑ کی قربانیوں، غار حرا کے جاں گداز لمحات، شعب ابی طالب کے مصائب اور پھر ان کے وصال کے دکھ کو بیان کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے غم اور ان کی زبان مبارکہ سے سیّدہؑ کی یادوں کا تذکرہ اتنے سوز اور سچائی سے بیان کیے گئے ہیں کہ قاری کا دل لرز اٹھتا ہے اور عقیدت کے آنسو بے ساختہ بہنے لگتے ہیں۔

انھوں نے تکرار لفظی اور سوالیہ انداز کے ذریعے کتاب میں جو روانی اور فکری ارتعاش پیدا کیا ہے، اس کا انداز نصیحت آموز بھی ہے اور اس میں مذہبی تقدس بھی نمایاں ہے۔ مجموعی طور پر عارف صاحب نے اس کتاب میں عقیدت، تاریخ، مذہب اور فن کو ایک ایسے لافانی اسلوب میں ڈھال دیا ہے۔ جو صرف سیّدہؓ کی سیرت کو اجاگر کرتا ہے۔ اسلوب کی بڑی خوبی یہ ہے اس میں روانی پائی جاتی ہے اشعار میں تسلسل، سادگی اور دلکشی موجود ہے۔ شعر میں دل کشی اور معنی کے حوالے سے پروفیسر نیر مسعود لکھتے ہیں:

> ''شعر اس بات کی دلیل ہے کہ معنی کے بغیر اسلوب کی تشکیل ممکن ہے۔ لفظوں کے انتخاب اور ترتیب، جملوں کی ساخت وغیرہ اسلوب کی تشکیل کرتے ہیں۔ معنی اسلوب کا ایک نسبتاً غیر اہم عنصر ہے جس کا نہ ہونا اسلوب پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالتا۔''(۵)

اس کتاب کا اسلوبِ بیان مرقع نگاری اور کنایاتی اثر پذیری سے مالا مال ہے۔ شاعر نے کئی مقامات پر سیدھی اور روایتی بات کہنے کے بجائے، بہت ہی خوبصورت استعاراتی اور کنایاتی رنگ اپنایا ہے، جیسے بی بی پاک کی وفات کے تذکرے پر ''جسم کے خیمے کی طنابیں ٹوٹنا'' کا کنایہ لانا، یا مکہ کے ماحول کو ''خزاں دیدہ گلستان'' اور بی بی کے وجود کو "دھوپ کے دشت میں ٹھنڈا سحاب (بادل)" قرار دینا۔ یہ علامتی اور تصویری اسلوب زبان کو ایک ایسا انسانی اور ادبی لمس دیتا ہے کہ پڑھنے والا خود کو اسی تاریخی دور کا حصہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ مختصراً یہ کہ سیّد عارف معین بلے نے زبان و بیان کے روایتی اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے، عقیدت، تحقیق، ترنم اور بلاغت کا ایک ایسا بے مثل گلدستہ تیار کیا ہے جو اُردو سوانحی ادب میں ہمیشہ معتبر مانا جائے گا۔

سید عارف معین بلّے نے تشبیہ و استعارہ جیسی ادبی صنعتوں کے ذریعے سیّدہ خدیجہؓ کی سیرت اور عظمت کو نہایت دلکش، فصیح، اور اثر انگیز شعری پیراہن عطا کیا ہے۔ یہ کتاب شعری انداز میں لکھی گئی ہے اس لیے انھوں نے نہایت خوبصورتی سے اس میں تشبیہ و استعارہ، بلاغت فصاحت اور اثر انگیزی سے کام لیا ہے یہ ادبی صنعتیں کتاب کو دلکش بنانے کے ساتھ ساتھ قاری کے دل میں آپ کے لیے گہری عقیدت اور محبت پیدا کرنے کا مؤثر ذریعہ بنی ہیں۔ میر ظہیر لکھتے ہیں:

> '' تشبیہ و استعارہ شاعری کے لازمی اجزاء ہیں۔ ان سے کلام میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ خیالات و فکر کی وضاحت ہو جاتی ہے قاری کے سامنے رنگین، وسیع اور بو قلموں فضا پیدا ہو جاتی ہے۔''(۶)

انھوں نے آپ کی شخصیت کی وضاحت اور حسن بیان کے لیے استعارہ کا بہترین استعمال کیا ہے جس کی ایک مثال واضح ہے۔ عارف معین بلے لکھتے ہیں:

اللہ اللہ دھوپ کے صحرا میں بادل آپ ہیں(۷)

جس طرح تپتے صحرا میں بادل سایہ اور سکون دیتا ہے، اسی طرح سیّدہ خدیجہؓ نے رسول کریم ﷺ کی زندگی میں محبت اور راحت کا سہارا فراہم کر کے اس استعارہ کو حقیقت کا رنگ دے دیا۔ آپ کی یہ خوبی آزمائش کے وقت ان کی والہانہ محبت، ثابت قدمی اور بے مثال غم گساری کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔

سیّد عارف معین بلّے کی زیرِ نظر منظوم سوانحِ حیات محض ایک شعری مجموعہ نہیں ہے، بلکہ یہ تاریخِ اسلام، سیرتِ نبوی ﷺ اور فضائلِ اہلِ بیتؑ کا ایک ایسا حسین امتزاج ہے جو فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین معیار پر پورا اترتا ہے۔ شاعر نے اس

کتاب کے پہلے دو ابواب (پیش گفتار اور منقبت) میں جس والہانہ عقیدت اور گہرے تاریخی شعور کے ساتھ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی زندگی کو نظم کیا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس شعری کارنامے کی سب سے بڑی خوبصورتی یہ ہے کہ مصنف نے تاریخی حقائق اور قرآنی مفاہیم کو خشک بیانی کی بجائے تشبیہات، استعارات اور کنایات کے ایسے دلنشین پیرائے میں ڈھالا ہے کہ قاری الفاظ کے سحر میں گم ہو جاتا ہے۔ ان شعری محاسن نے کلام میں نہ صرف ایک مٹھاس اور گہرائی پیدا کر دی ہے، بلکہ سیّدہ پاک کی لازوال عظمت کو انسانی قلب و ذہن پر نقش کرنے میں ایک کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ عارف معین بلّے لکھتے ہیں:

مسکراہٹ یوں تھی لب پر جیسے کھل اُٹھے ہوں پھول (۸)

اگر ہم کتاب میں موجود تشبیہات کا باریک بینی سے جائزہ لیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے تشبیہ کو محض قافیہ پیمائی کے لیے استعمال نہیں کیا، بلکہ اس کے ذریعے مکہ کے سنگلاخ ماحول اور اسلام کے ابتدائی دور کی تصویر کشی کی ہے۔ مثال کے طور پر، جب شاعر رسولِ اکرم ﷺ کے خلقِ مجسم اور گفتگو کی مٹھاس کا ذکر میسرہ (خادم) کی زبانی کرواتا ہے، تو وہ آپ ﷺ کی تبسم آمیز گفتگو کو "کھلتے ہوئے پھولوں" سے تشبیہ دیتا ہے۔ یہ تشبیہ طبیعت کی شگفتگی اور نبوت کے حسن کو اتنے پروقار انداز میں نمایاں کرتی ہے کہ پڑھنے والا اس پاکیزہ ماحول کو اپنے سامنے محسوس کرنے لگتا ہے:

عظمتِ کردار کی قوت نے ثابت کر دیا
برف کی طرح پِگھل کر سنگ ہوسکتے ہیں آب (۹)

اسی طرح شعبِ ابی طالبؑ کے صبر آزما دور اور مصائب کا ذکر کرتے ہوئے، جب وہ سیّدہ کے فولادی عزم اور عظمتِ کردار کی بات کرتا ہے، تو دشمنوں کے پتھر جیسے سخت دلوں اور سنگین حالات کو "برف کی طرح پگھل کر پانی بننے" سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یہ تشبیہ اتنی جاندار ہے کہ یہ واضح کرتی ہے کہ حق کی طاقت اور کردار کی سچائی کے سامنے باطل کی سخت ترین دیواریں بھی اپنی حیثیت کھو بیٹھتی ہیں اور پگھلنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

تشبیہات سے آگے بڑھ کر، اس منظوم سوانح میں استعارات کا استعمال تو اپنے عروج پر نظر آتا ہے۔ استعارہ شاعری کا وہ زیور ہے جہاں شاعر کسی چیز کو دوسری چیز جیسا کہنے کے بجائے، براہِ راست وہی چیز قرار دے دیتا ہے۔ سیّد عارف معین بلے نے مکہ کی تپتی ہوئی معاشرتی اور مادی دھوپ میں سیّدہ خدیجہؑ کی ذاتِ گرامی کو رسولِ خدا ﷺ کے لیے "سحاب" یعنی بادل کا استعارہ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب دنیا کا دشت کفر اور تکالیف کی دھوپ سے تپ رہا تھا، اس وقت سیّدہ خدیجہؑ ایک ٹھنڈے بادل بن کر آپ ﷺ پر سایہ فگن رہیں اور اپنے مال، محبت اور تسلی سے آپ ﷺ کے اضطراب کو دور کیا۔ یہ بادل اور بارش کا استعارہ سیّدہ کی اس پناہ گاہ اور راحت رسانی کی طرف اشارہ کرتا ہے جو انہوں نے اسلام کے پہلے دور میں نبیِ رحمت ﷺ کو فراہم کی۔ اس کے علاوہ، امہات المومنینؓ کی فضیلت کا اقرار کرتے ہوئے انہوں نے کمالِ بلاغت سے کام لیا ہے۔ انہوں نے تمام ازواجِ مطہرات کو آسمان کے چمکتے "تارے" اور باغ کے "پھول" کہا لیکن سیّدہ خدیجہؑ کی بے مثل انفرادیت کو ظاہر کرنے کے لیے انہیں براہِ راست "ماہِ تمام" (پورا چاند) اور "گلاب" کا استعارہ دیا، جو یہ ثابت کرتا ہے کہ ستاروں اور پھولوں کے جھرمٹ میں بھی بی بی پاک کا مقام سب سے ارفع اور ممتاز ہے۔ امیر اللہ خان لکھتے ہیں:

"کلام عرب میں کئی طرح سے آتا ہے۔ استعارہ اسے کہتے ہیں کہ لفظ میں معنی استعمال کریں جو معنی حقیقی سے مناسب اور مشابہ ہو۔" (۱۰)

عارف معین بلّے کا استعاراتی سفر یہیں ختم نہیں ہوتا، بلکہ وہ سیّدہ کے پورے گھرانے اور ان کے چنے ہوئے نفوس کو "آفتاب و ماہتاب" (سورج اور چاند) کے استعارے سے نوازتا ہے۔ مولا علیؑ، فاطمۃ الزہراؑ اور حسنین کریمینؑ جیسی ہستیوں کو ایک ہی چھت تلے جمع دیکھ کر وہ اس گھر کو کائنات کا سب سے روشن مرکز قرار دیتا ہے، جس کی روشنی سے ہدایت کے چاند سورج طلوع ہوتے ہیں۔ علم و حکمت کے میدان میں سیّدہ کی عظمت کو بیان کرنے کے لیے شاعر نے انہیں "دارالکتاب" (کتابوں کا گھر یا لائبریری) کا استعارہ دیا ہے۔ اگرچہ تاریخ میں ان سے مروی احادیث کی تعداد کا ذکر اس طرح نہیں ملتا، لیکن ان کا یہ کہنا کہ وہ اپنی ذات میں خود ایک پوری کتاب تھیں، بی بی پاکؑ کے فہم، تدبر اور وحی کے ساتھ ان کے گہرے باطنی تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی تسلسل میں، وہ سیّدہؑ کی سیرتِ طیبہ کو دنیا بھر کی مومنات کے لیے ایک "مکمل نصاب" قرار دیتا ہے، یعنی ایک ایسا نصاب جس پر عمل پیرا ہو کر دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔

ان محاسن کے ساتھ ساتھ، کلام میں کنایاتی اور علامتی انداز نے زبان و بیان کو مزید معتبر اور پر اثر بنا دیا ہے۔ جب شاعر سیّدہ خدیجہؑ کی رحلت کا تذکرہ کرتا ہے، تو وہ روایتی طور پر انتقال یا وفات کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے "جسم کے خیمے کی طنابیں ٹوٹنے" کا کنایہ لاتا ہے۔ یہ عربی تہذیب اور خیمے کی رسیاں ٹوٹنے کی علامت ایک ایسا رِقت آمیز منظر تخلیق کرتی ہے جو سیّدہ کی دنیا سے رخصتی اور رسولِ پاک ﷺ کے دل پر لگنے والے صدمے کی شدت کو پوری طرح واضح کرتا ہے۔ مکہ کے معاشرے کو "خزاں دیدہ گلستان" کہنا اور بی بی پاک کی آمد اور ان کے ایثار سے اس میں "بہار کا آجانا" بھی ایک بہترین علامتی اسلوب ہے۔ سیّد عارف معین بلے نے ان تمام شعری استعاروں اور تشبیہات کو محض سجاوٹ کے لیے استعمال نہیں کیا، بلکہ انہوں نے تاریخ کے خشک اور کٹھن حقائق کو عقیدت کے دلکش رنگوں میں ڈھال کر ایک ایسا ادبی شاہکار تخلیق کر دیا ہے جو پڑھنے والے کے دل میں اترتا چلا جاتا ہے اور بی بی پاک کی عظمت کا ایک ان مٹ نقش چھوڑ دیتا ہے۔

سیّد عارف معین بلے کی کتاب کے ابتدائی دو ابواب، یعنی "پیش گفتار" اور منقبت "خاتونِ اوّل کو سلام" اُردو سوانحی اور مذہبی شاعری میں ایک منفرد اور تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ شاعر نے ان ابواب میں سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی زندگی کے تحقیقی اور تاریخی پہلوؤں کو عقیدت کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اس منظوم سوانح کو محض ایک تاریخی بیانیہ بننے سے بچانے اور اس میں شعری مٹھاس پیدا کرنے کے لیے مصنف نے روایتی بلاغت اور صنائع بدائع کا کمال استعمال کیا ہے۔ ان صنعتوں کے استعمال سے کلام میں ایک ایسا انسانی اور فطری بہاؤ پیدا ہوا ہے جو تحقیق کے طالبِ علم کو متاثر بھی کرتا ہے اور ابدی حقائق کو سمجھنے میں مدد بھی دیتا ہے۔ انہوں نے لفظوں کے الٹ پھیر، ہم وزن الفاظ کے ملاپ، اور تاریخی واقعات کے اشاروں سے کلام کے اندر ایک ایسا صوتی اور معنوی حسن پیدا کر دیا ہے جو پڑھنے والے کے دل و دماغ کو یکساں متاثر کرتا ہے اور بی بی پاک سمیت تمام امہات المومنین کی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔ میر ظہیر ماہر لسانیات کی رائے کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "لسانیات کے ماہروں کا بھی اتفاق ہے کہ استعارے اور دوسرے صنائع کا جذبے سے گہرا تعلق ہے اس لیے ان کی معنی خیزی جزو کلام ہے نہ کہ محض آرائشی جو شاعر نے اوپر سے مصنوعی طور پر عائد کی ہو۔"(۱۱)

سب اثاثے بی بی خدیجہ کے نکلے کام کے
کام آئے یہ اثاثے مذہب اسلام کے

ہے اطاعت مصطفیؐ کی خدمت انسانیت
اللہ اللہ ہیں یہ معمولات صبح و شام کے(۱۲)

کلام میں دو ایسے الفاظ کا لانا جو ایک دوسرے کی ضد اُسے صنعت تضاد کہتے ہیں۔ سب سے پہلے "صنعتِ تضاد" کلام کے توازن کو قائم کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ شاعر نے کفر کے اندھیروں اور اسلام کے نورانی دور کے تقابل کو واضح کرنے کے لیے الٹ معانی رکھنے والے الفاظ کا انتخاب اتنی مہارت سے کیا ہے کہ وہ جملوں میں ایک خوبصورت روانی پیدا کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر، جب وہ عورت کے حقیقی مقام اور اس کے حقوقِ انسانی کی بات کرتے ہیں، تو "صبح و شام" اور "اندھیرے و نور" جیسے الفاظ کو لاتے ہیں۔ یہ تضاد محض الفاظ کی جنگ نہیں ہے، بلکہ یہ اس معاشرتی انقلاب کی عکاسی کرتا ہے جس نے عورت کو ظلمت کے گڑھے سے نکال کر عزت کے نور سے منور کیا۔ اسی طرح، جب وہ مرد اور عورت کے رشتے کو "ایک دوجے کا لباس" قرار دیتے ہیں، تو بین السطور وہ کائنات کے دو بالکل مختلف عناصر کے درمیان موجود اس باہمی محبت اور یگانگت کو واضح کرتے ہیں جو اسلام کا اصل منشا ہے۔ صنائع بدائع کلام کو ایک خاص حسن عطا کرتے ہیں۔ بقول شفیع احمد صدیقی:

> "جس طرح انسانی حسن میں مزید اضافہ کے لیے زیورات اور عمدہ لباس کا استعمال ہوتا ہے اسی طرح شعراء اپنے کلام میں مزید خوبصورتی اور لطف پیدا کرنے کے لیے صنائع بدائع سے کام لیتے ہیں۔"(۱۳)

تضاد کے ساتھ ساتھ "صنعتِ مراعات النظیر" نے ان ابواب کے حسن کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ شاعر نے کلام میں ایسے الفاظ کا گلدستہ سجایا ہے جن کا آپس میں ایک گہرا اور فطری تعلق ہے۔ جب وہ عورت کے دم سے کائنات میں موجود رونق اور زندگی کے تسلسل کا ذکر کرتے ہیں، تو وہ باغِ ہستی کا پورا منظر نامہ تخلیق کر دیتے ہیں۔ وہ "پت جھڑ"، "بہار"، "کونپلیں"، "کلیاں" اور "رُتیں" جیسے ہم نژاد الفاظ کو ایک ہی لڑی میں پرو دیتے ہیں، جس سے قاری کے ذہن میں ایک متحرک تصویر ابھرتی ہے کہ جیسے عورت کی ہستی اس کائنات کے مرجھائے ہوئے چمن میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دینے والی بادِ صبا ہے۔ اسی طرح، علم و دانشمندی کے موضوع پر بات کرتے ہوئے وہ "علم"، "شعور"، "حکمت" اور "عرفان" کو یکجا لاتے ہیں، جو یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلام نے عورت کے لیے جہالت کے دور کا خاتمہ کر کے اس کے لیے گود سے لے کر گور تک معرفت کے تمام دروازے کھول دیے۔

کلام کے صوتی حسن اور ترنم کو برقرار رکھنے کے لیے شاعر نے "صنعتِ اشتقاق" اور "تجنیس" کا سہارا بھی لیا ہے۔ جب وہ ایک ہی مادہ یا وزن سے نکلے ہوئے الفاظ جیسے "تفریق"، "توفیق" اور "تخلیق" کو اشعار کے آخر میں لاتے ہیں، تو نظم کے اندر ایک فطری موسیقی اور بحر کا بہاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ہم وزن الفاظ پڑھنے والے کی زبان پر ایک مٹھاس گھول دیتے ہیں اور کلام کا اثر دگنا کر دیتے ہیں۔ مزید برآں "صنعتِ لف و نشر" کے ذریعے انہوں نے پہلے چار عظیم ترین خواتینِ اسلام (سیّدہ خدیجہؑ، سیّدہ فاطمہؑ، حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ) کا نام یکجا کیا اور پھر اگلی ہی سطر میں ان سب کو ایک ساتھ "مکرم و محترم" کہہ کر بات کو اتنے بلیغ انداز میں سمیٹا کہ کلام کا وقار اوجِ ثریا پر پہنچ گیا۔ چوتھے باب میں بھی تمام ازواجِ مطہرات کے نام ایک ساتھ لا کر ان پر سلام بھیجنا اسی صنعت کی خوبصورت مثال ہے۔

سیّد عارف معین بلے کی کتاب کے تیسرے اور چوتھے باب یعنی "عورت کا مقام" اور ازواجِ مطہرات کی شان میں لکھی گئی منقبت، اُردو مذہبی شاعری کا ایک ایسا دل نشین شاہکار ہے جو اپنے اندر معانی کا ایک بحرِ بے کنار سمیٹے ہوئے ہے۔ شاعر نے ان دونوں

ابواب میں خشک تاریخی بیانیے یا روایتی پند و نصائح کے بجائے، کلام کو فصاحت و بلاغت کے ارفع ترین معیار پر پرکھا ہے اور اس مقصد کے لیے شاعری کے حسن یعنی صنائع بدائع کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔ ان شعری صنعتوں کا استعمال کلام میں کسی بوجھل پن یا نمائش کے لیے نہیں کیا گیا، بلکہ شاعر کا اسلوب اتنا فطری اور انسانی ہے کہ عام قاری بھی ان فنی باریکیوں کے سحر میں گرفتار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے لفظوں کے الٹ پھیر، ہم وزن الفاظ کے ملاپ، اور تاریخی واقعات کے اشاروں سے کلام کے اندر ایک ایسا صوتی اور معنوی حسن پیدا کر دیا ہے جو پڑھنے والے کے دل و دماغ کو یکساں متاثر کرتا ہے اور بی بی پاک سمیت تمام امہات المومنینؓ کی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔

سیّد عارف معین بلے نے ان تمام شعری محاسن، تشبیہات، استعارات اور صنائع بدائع کو محض روایتی سجاوٹ یا اپنی سخن وری کا لوہا منوانے کے لیے استعمال نہیں کیا، بلکہ انہوں نے تاریخ کے کٹھن حقائق اور قرآن و احادیث کے احکامات کو عقیدت کے دلکش رنگوں میں ڈھال کر ایک ابدی انسانی زبان میں پیش کر دیا ہے۔ ان کا یہ اندازِ بیان نہ صرف شاعری کے معیار پر پورا اترتا ہے بلکہ ادبی نقطۂ نظر سے بھی ایک ایسا شاہکار تخلیق کرتا ہے جو دلوں میں اترتا چلا جاتا ہے اور ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا اور دیگر ازواجِ مطہرات کی عظمت کا ایک ان مٹ، پاکیزہ اور روشن نقش قاری کے قلب و ذہن پر ہمیشہ کے لیے ثبت کر دیتا ہے۔ عارف معین بلّے کی کتاب "عالمِ اسلام کی خاتونِ اوّل ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ" منظوم سوانح نگاری کے باب میں ایک اہم اضافہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عارف معین بلے، عالم اسلام کی خاتونِ اوّل ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؑ، نیویارک: ورثہ پبلی کیشنز اُردو مرکز، ۲۰۲۳ء، ص:۱۲

۲۔ سیّد عابد علی عابد، اسلوب، علی گڑھ: علی گڑھ بک ڈپو، ۱۹۷۶ء، ص:۷۹

۳۔ ایضاً، ص:۳۰

۴۔ عارف معین بلے، عالم اسلام کی خاتونِ اوّل ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؑ، ص:۴۵

۵۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۹۸ء، ص:۱

۶۔ میر ظہیر عباس، غالب کی شاعری میں تشبیہات اور استعارات، پٹنہ: دبستان رانی گھاٹ، ۲۰۰۷ء، ص:۴

۷۔ عارف معین بلے، عالم اسلام کی خاتونِ اوّل ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؑ، ص:۴۰

۸۔ ایضاً، ص:۵۶

۹۔ ایضاً، ص:۵۸

۱۰۔ امیر اللہ خان شاہین، اُردو اسالیب نثر، حیدرآباد: اُردو آرٹس کالج، ۱۹۸۷ء، ص:۵۱

۱۱۔ میر ظہیر عباس، غالب کی شاعری میں تشبیہات اور استعارات، ص:۵۲

۱۲۔ عارف معین بلے، عالم اسلام کی خاتونِ اوّل ام المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؑ، ص:۲۷

۱۳۔ شفیع احمد صدیقی، اُردو زبان و قواعد، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، ۲۰۰۸ء، ص:۱۷

References in Roman Script:

1. Arif Moeen Bally, Alam-e-Islam Ki Khatoon-e-Awwal Umm-ul-Momineen Syeda Khadijat-ul-Kubra (RA), New York: Wirsa Publications Urdu Markaz, 2023, p. 12.
2. Syed Abid Ali Abid, Asloob, Aligarh: Aligarh Book Depot, 1976, p. 79.
3. Ibid., p. 30.
4. Arif Moeen Bally, Alam-e-Islam Ki Khatoon-e-Awwal Umm-ul-Momineen Syeda Khadijat-ul-Kubra (RA), p. 45.
5. Tariq Saeed, Asloob aur Asloobiyat, Delhi: Educational Publishing House, 1998, p. 1.
6. Mir Zaheer Abbas, Ghalib Ki Shayari Mein Tashbihat aur Isti'arat, Patna: Dabistan Rani Ghat, 2007, p. 4.
7. Arif Moeen Bally, Alam-e-Islam Ki Khatoon-e-Awwal Umm-ul-Momineen Syeda Khadijat-ul-Kubra (RA), p. 40.
8. Ibid., p. 56.
9. Ibid., p. 58.
10. Ameer Ullah Khan Shaheen, Urdu Asaleeb-e-Nasr, Hyderabad: Urdu Arts College, 1987, p. 51.
11. Mir Zaheer Abbas, Ghalib Ki Shayari Mein Tashbihat aur Isti'arat, p. 52.
12. Arif Moeen Bally, Alam-e-Islam Ki Khatoon-e-Awwal Umm-ul-Momineen Syeda Khadijat-ul-Kubra (RA), p. 72.
13. Shafi Ahmad Siddiqui, Urdu Zaban wa Qawaid, New Delhi: Maktaba Jamia, 2008, p. 71.